نمبر ۸۰ | ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۴ جنوری ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

جلسہ سالانہ کے کارکن ۲۔ جنوری ۳ بجے بعد دوپہر قصر خلافت میں جمع ہوئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان سب کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ہر ایک کو شرف مصافحہ سے مشرف فرمایا۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن کو جو آج کل دارالامان میں ہی مقیم ہیں۔ سال نو کی تقریب پر خانصاحب کا خطاب دیا گیا۔ مبارک ہو۔

جناب مفتی ضیاء الدین صاحب آف پانچہ میر پور کانفرنس سے فارغ ہوکر قادیان تشریف لائے تھے۔ اور ۲ جنوری واپس چلے گئے۔

یکم جنوری کی رات کو کسی قدر بارش ہوئی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر تنگی سے نجات پانے کے لئے تقوےٰ اختیار کرو

(فرمودہ ۳۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

"جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں۔ کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ اُن کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پئے۔ تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے۔ کہ دس تولہ استعمال کرے۔ اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ پس اس حد تک صفائی کرو۔ اور تقوےٰ اختیار کرو۔ جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اور اس کے غیر میں فرقان رکھدیتا ہے اور پھر اُس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے۔ نہ صرف نجات بلکہ یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ پس یاد رکھو۔ جو خدا سے ڈرتا ہے۔ خدا اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔ اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے۔ اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقوےٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہو۔ وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں۔ اگر متقی نہ ہو۔ لیکن اگر ادنےٰ درجہ کا آدمی بالکل امی ہو۔ مگر متقی ہو۔ وہ معزز ہوگا"۔

(الحکم ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

مختصر روئداد سالانہ جلسہ خواتین ۱۹۳۳ء

کوائف عمومی

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ ۲۶ - تا ۲۸ - دسمبر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ زنانہ مہمانوں کے ٹھیرنے کا انتظام لجنہ اماء اللہ قادیان کی طرف سے دار حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مکانات حضرت خلیفہ اول رض و مرزا گل محمد صاحب میں کیا گیا۔ جہاں ممبرات لجنہ و دیگر معاونات لنگر خانہ سے دونوں وقت کھانا باقاعدہ منگوا کر تقسیم کرتی رہیں۔ بہت سی بہنیں پرائیویٹ گھروں میں مقیم تھیں ؛

جلسہ گاہ کا انتظام سابقہ جگہ پر ہی کیا گیا۔ جو قادیان سے مشرقی جانب ایک پردہ دار مکان میں بنائی گئی ہے۔ امسال جلسہ گاہ کو کافی وسیع کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر کے وقت اکثر بہنوں کو ارد گرد کے مکانوں پر بیٹھنا پڑا۔ حاضری کا اندازہ پانچ چھ ہزار کیا جاتا ہے ؛

سٹیج سولہ مربع فٹ جلسہ گاہ کے درمیان بنائی گئی جس پر زیادہ تر مہمان عورتیں ہی فروکش تھیں۔ قادیان کی عورتوں کے لئے فرش پر علیحدہ جگہ رکھی گئی۔ جلسہ گاہ کی دیواروں پر "بہنیں خاموش رہیں!" "قادیان کی عورتیں یہاں بیٹھیں!" وغیرہ ہدایات چسپاں کی گئیں تھیں۔ ہندو۔ غیر احمدی و سکھ معزز خواتین بکثرت شامل ہوئیں۔ جنکو سٹیج پر جگہ دی گئی۔ انہوں نے جلسہ کی تقریریں بغور سنیں۔

صنعتی اشیاء کی نمائش میں باہر کی جماعتوں نے زیادہ دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ صرف سیالکوٹ۔ سہارنپور۔ کرنال۔ قادیان کی بعض اشیاء موجود تھیں۔ جن میں سے بعض فروخت کی گئیں ؛

جلسہ کی منتظم اعلیٰ حضرت ام طاہر احمد صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تھیں۔ جنہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

جلسہ کی تمام کارروائی زیر صدارت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سرانجام پائی۔ پروگرام میں عام طور پر تبدیلی کرنی پڑی۔ اس دفعہ سب اجلاس ۳۔ ساڑھے تین بجے ختم ہو جاتے رہے۔ تاکہ خواتین افطاری کے لئے انتظام کر سکیں ؛

پہلا دن

۱۱½ بجے کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم و نظموں کے بعد سیدہ فضیلت بیگم صاحبہ سیالکوٹ نے "برکات اسلام" پر تقریر کی۔ اور بتایا۔ کہ اسلام نے توحید کا جو سبق دیا ہے۔ عورتوں کے لئے موجب برکت ہے ؛

اس کے بعد عزیزہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب نے لا تحسبن ذنباً صغیراً کی لطیف تشریح کرتے ہوئے بتایا۔ کہ کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھنا چاہیئے۔

۱۲½ بجے مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے صوم و صلوٰۃ کے متعلق وعظ کیا۔ اور ان دونوں کی نسبتی اہمیت کو واضح کیا۔ پھر شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے اپنی پُرجوش تقریر میں صحابیات کی بے نظیر قربانیوں کا نقشہ کھینچا۔ اور خواتین کو تلقین کی۔ کہ وہ اسماعیل پیدا کریں ؛

آپ کے بعد دو لڑکیوں نے نظمیں پڑھیں۔ اور امۃ اللہ بیگم صاحبہ بنت شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے احمدی خواتین کے نصب العین پر تقریر کی۔ پھر زینب بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم احمد الدین صاحب شاہدرہ نے مختصر الفاظ میں "مستورات کے فرائض" بیان کئے۔ اور ۳½ بجے جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی ؛

دوسرا دن

دس بجے کارروائی شروع ہوئی۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نظموں کے پڑھنے کے بعد محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ محمد نواز صاحب نے احمدیت کا راز بتایا۔ کہ وہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول میں مضمر ہے۔ ۱۱ بجے محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار نہر نے تقریر کی جس میں ثابت کیا۔ کہ انبیاء کا وجود ہمیشہ دُنیا کے لئے رحمت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اس زمانہ کے لئے رحمت ہے۔ پھر استانی میمونہ صاحبہ نے اپنا مضمون سُنایا جس میں بتایا۔ کہ بچوں کو دینی و دُنیوی تعلیم نہ دینی بھی قتل اولاد کے مترادف ہے ؛

ابھی تقریر ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے۔ اور پُر از معارف و حقائق تقریر فرمائی جس میں فرمایا۔ کہ آج کل عورتوں کا تعلیمی ڈگریاں لینا فیشن ہو گیا ہے۔ جو بالکل جنون کی حد تک پہونچ گیا ہے حضور نے فرمایا۔ پہلے جنون تھا جہالت کا۔ اور اب جنون ہے علم کا۔ حالانکہ یہ بھی ایک جہالت ہے۔ حضور نے جماعت احمدیہ کی ضروریات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہماری ضروریات ایسی ہیں۔ کہ ہمیں ڈگریوں کی ضرورت نہیں۔ خواتین کو چاہیئے۔ کہ وہ علم دین سیکھیں۔ اور یہی حقیقی علم ہے۔ اس کے بغیر انسان جاہل ہے ؛

حضور کی تقریر ایک گھنٹہ جاری رہی۔ اس کے بعد سکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ نے اپنی رپورٹ پڑھی جس کے بعد مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے احمدیت پر بعض اعتراضوں کے جواب دیئے۔ اور بتایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد پیشگوئیاں کس صفائی سے پُوری ہوئیں۔ ۳۰-۳ بجے اجلاس ختم ہوا ؛

تیسرا دن

تلاوت وغیرہ کے بعد مفتی محمد صادق صاحب نے ذکر حبیب سنایا۔ جو نہایت دلچسپ و پُر معارف تھا۔ بعد ازاں بابو محمد حسن صاحب نے عورتوں کو مشرکانہ رسوم سے باز رہنے کی تلقین کی۔ پھر مولوی ظہور حسین صاحب مبلغ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی "آہ نادر شاہ کہاں گیا!" کے متعلق بتایا۔ کہ وہ زمانہ حال میں کس طرح پوری ہوئی۔ پھر حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے پنجابی میں وعظ کیا۔ جس میں آپ نے عورتوں کو مذہب پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ آخر میں میاں احمد الدین صاحب زرگر نے چندہ کشمیر کے متعلق تحریک کی۔ اور چندہ اکٹھا کیا گیا۔ ۲½ بجے جلسہ ختم ہوا ؛

خاکسار سکینۃ النساء۔ قادیان۔

امداد و خریداری امریکن رسالہ

امریکن رسالہ سن رائز جو سہ ماہی شائع ہوتا ہے۔ اور جس کی خریداری کے واسطے مکرم چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں تحریک کی تھی۔ اس کی قیمت جو اصحاب چاہیں مجھے بھیج دیں۔ سب رقم جمع ہو کر معہ فہرست امریکہ بھیج دی جائے گی۔ مفتی محمد صادق ناظر امور خارجہ۔ قادیان۔

"الفضل" کے وی پی آتے ہیں؟

جن خریداران الفضل کا چندہ الفضل ۱۶ دسمبر سے ۱۵ جنوری تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے ان کے اسمائے گرامی نمبر ۲ ۷۔ الفضل مطبوعہ ۱۴ دسمبر میں چھپ چکے ہیں۔ اب جن اصحاب نے نہ تو بذریعہ منی آرڈر چندہ بھجوایا۔ نہ جلسہ سالانہ پر جمع کرایا۔ ان کے نام اگلا پرچہ وی۔ پی ہو گا۔ مہربانی فرما کر ضرور وی پی وصول کر لیا جائے۔ ورنہ تا وصولی چندہ مجبوراً اخبار امانت رکھنا پڑے گا الفضل کی خریداری بڑھانے کی جانب احباب کو پوری توجہ دینی چاہیئے ؛

مینجر "الفضل" قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

8

نمبر ۸۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ رمضان ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

جلسہ سالانہ ۱۹۳۳ء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر

اہم اور ضروری امور کے متعلق ارشادات

۲

رمضان میں سالانہ جلسہ

اس سال جلسہ سالانہ جیسا کہ دوست دیکھ رہے ہیں۔ رمضان میں ہوا ہے۔ اس سال کی مجلس شوریٰ میں نمائندگان کی اکثریت نے فیصلہ کیا تھا۔ کہ ایک سال

رمضان میں جلسہ

کر کے دیکھ لیا جائے۔ اور پھر مشکلات کا اندازہ لگا کر آئندہ دو سالوں کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ جلسہ رمضان میں ہو۔ یا دوسرے ایام میں۔ احباب جلسہ کے ان دنوں کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ تا مجلس مشاورت میں

صحیح مشورہ

دے سکیں۔ کہ جلسہ انہی ایام میں ہو۔ یا ان ایام کو بدل دیا جائے۔ جہاں تک لیکچراروں کا تعلق ہے۔ رمضان میں اتنے لمبے لیکچر نہیں دیئے جا سکتے جتنے رمضان کے علاوہ کسی اور موقعہ پر دیئے جا سکتے ہیں۔ آج تو یہ اتفاقی بات ہے۔ کہ بیمار ہونے کی وجہ سے میں نے روزہ نہیں رکھا لیکن اگر مجھے روزہ ہوتا (اور مومن کی یہی خواہش ہونی چاہیئے۔ کہ وہ سارے روزے رکھ سکے)۔ تو بہت جلد گلا پڑ جاتا۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں رمضان میں سالانہ جلسہ ہوا لیکن آپ کے ان ایام اور آج کے ایام میں

بہت بڑا فرق

ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ ہوا۔ اس میں اتنے آدمی شریک ہوئے۔ جتنے آج سٹیج پر بیٹھے ہیں۔ اور اتنے آدمیوں کو انسان کرسی پر بیٹھ کر بھی لیکچر سُنا سکتا ہے۔ مگر اتنے

عظیم الشان ہجوم

کے سامنے بولنا جتنا کہ آج ہے۔ میرے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں گلے سے چھیچھڑے نکال نکال کر پھینک رہا ہوں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اب اس قدر ترقی حاصل ہو چکی ہے۔ کہ دشمن تو حیران ہے ہی۔ ہم خود بھی حیران ہیں۔ پس رمضان میں جلسہ کرنے کی وجہ سے

ایک مشکل

یہ ہے۔ کہ پندرہ بیس ہزار کے اجتماع کو روزہ رکھ کر کس طرح سنایا جائے۔ پھر دوستوں نے دوران لیکچر میں چائے کی پیالی پر پیالی سامنے رکھ رکھ کر کچھ ایسی عادت ڈال دی ہے۔ کہ لیکچر دیتے ہوئے گلا چاہتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گرم پانی اس میں سے گزر جائے۔ آج کے لیکچروں کے متعلق بھی شکایت پہونچی ہے۔ کہ

ایک لیکچرار

کا گلا پڑ گیا تھا۔ حالانکہ اس کا لیکچر صرف ایک گھنٹہ تھا۔ اور مجھے تو چار۔ پانچ گھنٹے۔ اور عورتوں میں جو تقریر کی جاتی ہے۔ اسے ملا کر چھ۔ سات گھنٹے بولنا ہوتا ہے۔ پس یہ

ایک اہم سوال

ہے جس پر غور کرنا چاہیئے۔ مجلس شوریٰ میں کثرت رائے اس طرف تھی۔ کہ جلسہ رمضان میں ہی ہو۔ میں نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ اس وقت میرے سامنے

سب سے بڑی دلیل

یہی تھی۔ کہ میں نہیں تقریر کر سکوں گا۔ رمضان میں روزہ رکھ کر خطبۂ جمعہ کرنے سے بھی میرا گلا پڑ جاتا ہے۔ پس یہ قابل غور امر ہے۔ یا تو جلسہ کے موقعہ پر

رات کو تقریریں

ہوں۔ مصر میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ رمضان میں رات کو جاگ کر کام کاج کرتے۔ اور دن کو سوئے رہتے ہیں۔ یا تو اس طرح کام کیا جائے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ گھنٹہ بھر کی تقریر ہو۔ اس سے زیادہ نہ ہو۔ یہ اہم بات ہے۔ دوست اسے مدنظر رکھیں۔ کچھ

اور بھی تکالیف

ہیں۔ مثلاً رمضان کی وجہ سے کام کرنے والوں کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ انہیں دن میں چار چار بار کھانا کھلانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

قادیان آکر روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں

اسی سلسلہ میں

ایک اور سوال

پیش کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ کے متعلق یہ فتوےٰ دیا ہے۔ کہ" مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے۔ تو ان پر حکم عدولی کا فتوےٰ لازم آئے گا"۔ ادھر "الفضل" میں میرا یہ اعلان شائع کیا گیا ہے۔ کہ احمدی احباب جو سالانہ جلسہ پر آئیں۔ وہ یہاں آکر روزے رکھ سکتے ہیں۔ مگر جو نہ رکھیں۔ اور بعد میں رکھیں۔ ان پر بھی کوئی اعتراض نہیں"۔ اس کے متعلق اول تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ میرا کوئی فتوےٰ الفضل میں شائع نہیں ہوا۔ ہاں ایک فتوےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میری روایت سے چھپا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ

زمانہ خلافت

کے پہلے ایام میں سفر میں روزہ رکھنے سے میں منع کیا کرتا تھا۔ کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ کہ آپ مسافر کو روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا۔

مرزا یعقوب بیگ صاحب

رمضان میں آئے۔ اور انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ لیکن عصر کے وقت جبکہ وہ آئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہکر روزہ کھلا دیا۔ کہ سفر میں روزہ رکھنا ناجائز ہے۔ اس پر اتنی لمبی بحث۔ اور گفتگو ہوئی۔ کہ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے سمجھا۔ کہ شائد کسی کو ٹھوکر لگ جائے۔ اس لئے آپ

ابن عربی کا ایک حوالہ

دوسرے دن تلاش کر کے لائے۔ کہ وہ بھی یہی لکھتے ہیں:۔

اس واقعہ کا مجھ پر یہ اثر تھا۔ کہ میں سفر میں روزہ رکھنے سے روکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ ایک رمضان میں

مولوی عبد اللہ صاحب سنوری

یہاں رمضان گزارنے کے لئے آئے۔ تو انہوں نے کہا۔ میں نے سُنا ہے آپ باہر سے یہاں آنے والوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر میری روائت ہے۔ کہ یہاں ایک صاحب آئے۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔ کہ مجھے یہاں ٹھیرنا ہے اس دوران میں میں روزے رکھوں۔ یا نہ رکھوں۔ اس پر حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں آپ روزے رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ قادیان احمدیوں کے لئے

وطن ثانی

ہے۔ گو مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے مقرب تھے۔ مگر میں نے صرف ان کی روایت کو قبول نہ کیا اور اور لوگوں کی اس بارے میں شہادت لی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قادیان کی رہائش کے ایام میں روزہ

رکھنے کی اجازت دیتے تھے۔ البتہ آنے اور جانے کے دن روزہ رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اس وجہ سے مجھے پہلا خیال بدلنا پڑا۔ پھر جب اس دفعہ رمضان میں سالانہ جلسہ آنے والا تھا۔ اور سوال اٹھا۔ کہ آنے والوں کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ یا نہیں۔ تو ایک صاحب نے بتایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب جلسہ رمضان میں آیا۔ تو ہم نے خود

مہمانوں کو سحری کھلائی

تھی۔ ان حالات میں جب میں نے یہاں جلسہ پر آنے والوں کو روزہ رکھنے کی اجازت دی۔ تو یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی فتویٰ ہے۔ پہلے علماء تو سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز قرار دیتے رہے ہیں۔ اور آج کل کے سفر کو تو غیر احمدی مولوی سفر ہی نہیں قرار دیتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ پھر آپ نے ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ یہاں قادیان میں آکر روزہ رکھنا جائز ہے۔ اب یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ ہم آپ کا ایک فتوےٰ تو لے لیں۔ اور دوسرا چھوڑ دیں۔ اس طرح تو وہی بات بن جاتی ہے۔ جو کسی پٹھان کے متعلق مشہور ہے۔ پٹھان فقہ کے بہت پابند ہوتے ہیں۔

ایک پٹھان طالب علم

تھا جس نے فقہ میں پڑھا تھا۔ کہ نماز حرکت کبیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے جب اس نے حدیث میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پڑھا۔ کہ آپ نے ایک دفعہ حرکت کی۔ تو کہنے لگا۔ اوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز ٹوٹ گیا۔ کیونکہ قدوری میں لکھا ہے۔ کہ

حرکت کبیرہ

سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ غرض جس نے یہ فتوےٰ دیا۔ کہ سفر میں روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اسی نے یہ بھی فرمایا۔ کہ قادیان احمدیوں کا وطن ثانی ہے۔ یہاں روزہ رکھنا جائز ہے۔ اس لئے یہاں روزہ رکھنا آپ ہی کے فتوی کے مطابق ہوا۔ گو اس کی اور بھی وجوہات ہیں۔ مگر انہیں بیان کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتوےٰ بیان کر دیا ہے۔

ایک بات

میں اس بارے میں بتا دیتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ جبکہ رمضان کے آخری دن چاند نہ دیکھا جا سکا۔ اس پر آپ کو یہ الہام ہوا۔

عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو

اس پر بعض نے روزہ توڑ دیا۔ کہ جب آج عید ہے۔ تو روزہ رکھ کر کیوں شیطان بنیں۔ لیکن بعض نے کہا۔ جب خدا تعالیٰ نے الہام میں کہہ دیا ہے۔ کہ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔ اور ادھر شریعت کا حکم یہ ہے۔ کہ چاند دیکھ کر عید کرو۔ تو کیوں نہ روزہ رکھا جائے۔ دوسرے کہتے۔ جب خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ کہ عید ہے۔ تو عید کے ہونے میں کیا شک رہ گیا۔ اور کیوں روزہ رکھا جائے۔

دونوں فریق

نے یہ معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اور ایک دوسرے کے متعلق بتایا۔ آپ نے فرمایا۔ جب خدا تعالےٰ نے کہا۔ کہ آج عید ہے۔ تو جنہوں نے آج روزہ توڑ دیا۔ میں انہیں کیا کہوں۔ اور دوسرے جنہوں نے روزہ نہیں توڑا۔ چونکہ خدا تعالےٰ نے کہا ہے۔ کہ عید چاہے کرو۔ چاہے نہ کرو تو انہیں میں کیا کہوں۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے عید کرنا ان کی مرضی پر چھوڑا۔ فقہا نے یہی بحث کی ہے۔ کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور چاند دیکھ کر عید کرنی چاہیئے کیونکہ وہ ظاہری طور پر ہی مسئلہ بیان کر سکتے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا۔ کہ عید تو ہے۔ اور ظاہری شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے کہہ دیا۔ چاہے کرو۔ یا نہ کرو۔ یعنی جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ

شریعت کے ظاہری پہلو کا لحاظ

رکھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے اجازت ہے۔ کہ مسئلہ کی ظاہری صورت پر عمل کرے۔ اور عید نہ کرے۔ لیکن جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ الہام کے ذریعہ جو خبر دی گئی ہے۔ اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ یہی بات یہاں روزہ رکھنے کے متعلق ہے۔ جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ سفر ہے۔ وہ روزہ نہ رکھے۔ ورنہ اس پر

حکم عدولی کا فتویٰ

لازم آئے گا۔ اور جس کے دل میں اس بات کا غلبہ ہے کہ یہ مبارک دن ہیں اور یہ مبارک مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ رمضان کے برکات سے فائدہ اٹھاؤں۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اجازت دی ہے، تو وہ روزہ رکھے۔ ورنہ خطرہ ہے۔ کہ دل کو زنگ نہ لگ جائے۔ پس جو دوست یہاں ٹھیرنے کے ایام میں روزے رکھیں گے۔ ان کے روزے ادا ہو جائیں گے۔ یہ نہیں۔ کہ یہاں جو روزے رکھیں گے۔ وہ نفلی روزے ہونگے۔ یہ روزے فرضی ہونگے۔ اور ان دنوں کے روزے بعد میں دوبارہ نہیں رکھنے پڑیں گے

پٹھانکوٹ کے احمدی خطرہ میں

کچھ عرصہ ہوا۔ پٹھان کوٹ کے ایک احمدی عبد الکریم صاحب نے ایک آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ شائع کیا جس میں غیر احمدیوں کی مسلمہ کتب سے علماء کے شرمناک فتوے اسلئے درج کئے۔ تا مسلمانوں کو معلوم ہو سکے۔ کہ علماء کہلانے والوں نے مسلمانوں کو مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے کس قدر نقصان پہونچایا ہے۔ لیکن چونکہ وہ حوالے پایۂ تہذیب اور ثقاہت سے گر کر فحش گوئی تک پہونچے ہوئے تھے۔ اس لئے جب نظارت تالیف و تصنیف کو اس ٹریکٹ کی اشاعت کا علم ہوا۔ تو اس نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے دی۔ اور اسے بحق جماعت احمدیہ ضبط کر کے تلف کر دینے کا حکم دے دیا۔ نیز ٹریکٹ شائع کرنے والے سے جواب طلب کیا اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کسی کی دلآزاری قطعاً گوارا نہیں کرتی۔ اور اگر کسی احمدی سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے۔ تو وہ خود اس کا انسداد کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔

ان حالات میں ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا۔ کہ پٹھانکوٹ کے بعض فتنہ انگیز اور شرارت پسند لوگ نہ صرف احمدیوں کے خلاف مشہور بدزبان لوگوں کو بلا کر بدزبانی کرا رہے ہیں۔ بلکہ عوام کو اشتعال دلا کر احمدیوں کو قاتلانہ حملہ کرانا چاہتے ہیں۔ اس قسم کی امن شکن اور فساد انگیز باتیں عام شہرت پا چکی ہیں حتےٰ کہ بعض شریف ہندوؤں نے اس بارے میں اشتہار بھی دئے ہیں۔ جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ خود پولیس بھی ان باتوں سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ پولیس کی طرف سے مولوی عبد الکریم صاحب کو کہا گیا ہے۔ کہ آپ باہر نہ نکلا کریں۔ خاص کر رات کے وقت۔

فتنہ پردازوں کا یہ رویہ مولوی عبد الکریم صاحب کے متعلق ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے احمدیوں کو بھی ہر طرح ایذا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سقوں کو احمدیوں کے ہاں پانی دینے سے حجاموں کو احمدیوں کی حجامت بنانے سے۔ دھوبیوں کو کپڑے دھونے سے روک دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ فتنہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اور اگر اس کا انسداد نہ کیا گیا۔ تو خطرناک نتائج نکلنے کا خدشہ ہے۔ اس لئے ہم ضلع گورداسپور کے ذمہ دار حکام کو اس طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ان سے گزارش کرتے ہیں۔ کہ احمدیوں کی جان و مال۔ عزت و آبرو کی حفاظت کا مکمل انتظام کریں۔ جماعت احمدیہ یہ گوارا نہیں کرتی۔ کہ کوئی احمدی انتہا درجہ کی تکلیف دہ اور اشتعال انگیز حالت میں بھی کوئی ایسی حرکت کرے۔ جو پایۂ اخلاق سے گری ہوئی ہو۔ اور اگر کوئی شخص گردوپیش کے حالات سے متاثر ہو کر۔ یا مخالفین کی ایذا رسانیوں اور بدزبانیوں سے تنگ آکر اپنے آپ کو اخلاق کے اس معیار پر قائم نہ رکھ سکے۔ جو ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔ تو اس پر جماعت احمدیہ خود گرفت کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ اور گرفت کرتی ہے۔ جیسا کہ مولوی عبد الکریم صاحب پٹھانکوٹی کے معاملہ میں بھی ہوا۔ ان کا ٹریکٹ ضبط کر کے تلف کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ اور ان لوگوں کا جو امن شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور قتل و خونریزی تک نوبت پہنچا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قانون اور ضابطہ کی پابندی کرنے کا انتظام کریں۔ اور کم از کم ان سے حفظ امن کی ضمانتیں لے لیں۔ امید ہے۔ کہ اس بارے میں فوری توجہ کی جائے گی۔ اور معاملہ کو ناگوار حد تک پہنچنے کا موقعہ نہیں مل سکے گا۔

ہے اس کی اشاعت کے متعلق جواب طلب کیا گیا۔

پس جبکہ جماعت خود اس حد تک دوسروں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے کے لئے تیار ہے۔ اور خیال رکھتی ہے۔ تو پھر اسے بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیئے۔ کہ اس کی جان و مال۔ عزت و آبرو محفوظ رہے۔

۲۳ اور فتنہ پرداز لوگ اسے نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہوں۔ پٹھانکوٹ کے متعلق جہاں ہمیں شریف مسلمانوں سے امید ہے۔ کہ وہ فتنہ کو روکنے کی کوشش کریں گے۔ وہاں ہم ذمہ دار حکام کو بھی توجہ دلاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ کی ترقی اور مولوی ثناء اللہ صاحب

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۳ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

چونکہ احباب میں سے بہت سے اس گاڑی میں جانیوالے ہوں گے۔ جو ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہوتی ہے۔ اس لئے میں جمعہ کی نماز کے ساتھ انشاء اللہ عصر کی نماز بھی جمع کرا دوں گا۔ تا دوستوں کو

جانے کے لئے وقت

مل سکے۔ اسی طرح خطبہ بھی میں صرف چند منٹ ہی کہنا چاہتا ہوں۔ تا

دوستوں کی روانگی

میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔ اور یوں بھی میرے گلے میں چونکہ تکلیف ہے۔ اس لئے زیادہ بلند آواز سے اور زیادہ دیر تک بولنا میرے لئے مشکل ہے:

جس مضمون کے متعلق میں اس وقت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وُہ ہے تو ایک

اہم مضمون

لیکن اس وقت میں اس کے متعلق صرف ایک دو مختصر باتیں ہی کہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس کے متعلق ہمارے سلسلہ میں کافی لٹریچر موجود ہے۔ اور خود میں بھی ایک کتاب میں اس مسئلہ پر

تفصیلی بحث

کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق اب تحریک مجھے اس لئے ہوئی۔ کہ کل جو میں جلسہ میں شمولیت کے لئے گھر سے نکلا۔ تو اسی وقت کے قریب ڈاک آئی تھی۔ اس ڈاک میں مجھے

ایک اشتہار

ملا جو مولوی ثناء اللہ صاحب کا تھا۔ اس میں انہوں نے افسوس ظاہر کیا تھا۔ کہ احمدیہ جماعت کی ترقی کے راستہ میں صرف ایک ہی روک ہے۔ اور وہ میرا وجود ہے۔ میں بارہا مولوی محمد علی صاحب کو بھی توجہ دلا چکا ہوں۔ اور میاں محمود احمد صاحب کو بھی۔ کہ وُہ اس

روک کو دور کرنے کی طرف توجہ

کریں۔ اور جماعت احمدیہ کے ماتھے پر جو یہ داغ لگا ہوا ہے۔ اسے مٹائیں۔ مگر باوجود اس کے کہ میں بار بار انہیں توجہ دلانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ انہوں نے اس داغ کو مٹایا نہیں۔ اور نہ سلسلہ احمدیہ کی ترقی میں اس طرح جو روک واقع ہو رہی ہے۔ اسے دور کیا ہے

میرا منشاء

تھا۔ کہ میں دو چار منٹ میں جلسہ سالانہ میں تقریر کے موقعہ پر اس امر کے متعلق بھی کچھ بیان کر دوں گا۔ لیکن یہ دیکھتے ہوئے۔ کہ اصل مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ یہ اور اس طرح کے کئی دوسرے نوٹ نظر انداز کر دیئے:

آج جمعہ کے لئے آتے ہوئے مجھے خیال آیا۔ کہ پانچ سات منٹ میں میں اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔ تا مولوی ثناء اللہ صاحب کو شکوہ نہ رہ جائے۔ اور وہ یہ نہ کہہ سکیں۔ کہ میری بات کا جواب نہیں دیا گیا۔

پہلی بات تو اشتہار سے یہ ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کو فکر

ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کی ترقی کے راستہ میں وہ روک بن رہے ہیں مگر مولوی صاحب کو سلسلہ کی ترقی کے متعلق جتنا فکر ہونا چاہیئے۔ وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ اگر واقعہ میں ان کا وجود ہمارے راستہ میں روک بنا ہوا ہوتا۔ تو وہ بحث کی طرف آتے ہی کیوں۔ خاموش بیٹھے رہتے۔ لیکن ان کا

بحث کی طرف آنا

بتاتا ہے۔ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ مجھے انکا یہ اشتہار پڑھ کر وہی لطیفہ یاد آگیا۔ جو کسی نے مجازی رنگ میں جانوروں کے مونہہ سے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ کوئی گیدڑ تھا اس نے ایک دفعہ تمام گیدڑوں کو جمع کیا۔ اور کہا ہم پر جو مصیبت آتی ہے وہ محض دُم کی وجہ سے آتی ہے۔ جب ہم کسی جھاڑی میں چھپے ہوئے ہوں۔ تو دُم باہر نکلی رہتی ہے۔ اور یوں بھی ہمیں دُم سے پکڑا جا سکتا ہے۔ پس چونکہ ہم تمام گیدڑوں پر دم کی وجہ سے مصیبتیں اترتی ہیں اس لئے میں

قومی ترقی وحفاظت کے لئے تجویز

پیش کرتا ہوں۔ کہ ہمیں اپنی دُمیں کٹا دینی چاہئیں۔ نوجوان گیدڑ تو جیسے آج کل کے نوجوان کانگرس کی ہر تحریک پر نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ بڑے جوش سے آگے بڑھے۔ اور انہوں نے کہا۔ آپ ہمارے قومی لیڈر ہیں۔ اور آپ کی تجویز نہایت ہی مفید ہے۔ ہماری بھی یہی رائے ہے۔ کہ ہم اپنی دُمیں کٹوا دیں۔ لیکن ایک بڈھا گیدڑ اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ جناب نے جو کچھ فرمایا۔ وہ درست اور بجا ہے۔ لیکن آپ ذرا اپنی پیٹھ تو پھیریں۔ اگر آپ کی دُم موجود ہے۔ تو آپ کا حکم ہمارے سر آنکھوں پر۔ لیکن اگر آپ کی دُم کٹی ہوئی ہے تو آپ کی تجویز کا ایک ہی مطلب ہے۔ اور وُہ یہ کہ آپ محض اپنی ندامت دُور کرنے کے لئے ہماری دُمیں بھی کٹوانا چاہتے ہیں:

بھلا کونسا معقول انسان یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ فکر لگا ہوا ہے۔ کہ

سلسلۂ احمدیہ کی ترقی

کیوں نہیں ہوتی۔ صاف بات ہے۔ کہ انہیں ہمارے نہیں۔ بلکہ اپنے وقار کو قائم رکھنے کا فکر ہے۔ جس کے متعلق وہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ وہ روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر ان کا وجود ہمارے راستہ میں روک ہوتا۔ تو ہمیں چاہیئے تھا۔ کہ ہم جا جا کر انہیں چھیڑتے۔ لیکن ان کا وجود تو ہمارے لئے روک ہے ہی نہیں۔

آج کا نظارہ

ہی دیکھ لو۔ کیا یہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے روک بنے ہونے کا ثبوت ہے۔ یا اس بات کا۔ کہ وہ ہماری ترقی کے راستہ میں ذرہ بھر بھی رکاوٹ کا موجب نہیں۔ اسی سال کے

جلسہ سالانہ پر بیعت

اسوقت تک ساڑھے چھ سو سے زائد ہو چکی ہے جس میں مجسٹریٹ دوسرے سرکاری افسر گزیٹیڈ اور بڑے بڑے زمیندار و نمبر ایک معقول تعداد شامل ہے۔ اور ابھی بہت سے لوگ قادیان میں موجود ہیں تعجب نہیں۔ کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد سات سو سے اوپر ہو جائے۔ پس جبکہ ہمیں ہر روز خدا تعالےٰ کے فضل سے ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ تو ہم کیونکر یہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا وجود ہمارے راستہ میں روک بنا ہوا ہے روک تب ہوتا۔ اگر ہماری تعداد پہلے دس ہزار ہوتی۔ تو ہم نو ہزار رہ جاتے تب ہمیں فکر ہوتا۔ کہ ہمارے راستہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی وجہ سے جو روک واقع ہے۔ اسے دور کرنا چاہیئے۔ لیکن ہمیں تو کوئی فکر نہیں۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اشتہار پر اشتہار شایع کر رہے ہیں۔ کہ میری وجہ سے جماعت احمدیہ کی ترقی میں روک واقع ہو رہی ہے۔ اسے دور کرو۔ در اصل ان اشتہاروں سے

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مقصد

یہ ہے۔ کہ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کریں۔ کہ جماعت احمدیہ کی ترقی کے رستہ میں جتنا میرا وجود روک ہے۔ اور کوئی مخالف مولوی اتنی روک نہیں۔ پس یہ اشتہار ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دوسرے

مخالف مولویوں کی تضحیک و تذلیل

کی گئی ہے اور انہیں یہ جتانا مراد ہے۔ کہ صرف میں ہی جماعت احمدیہ کا کامیاب مخالف ہوں۔ تمہاری میرے مقابلہ میں حیثیت ہی کیا ہے؟ حالانکہ اگر وہ یہاں آکر دیکھیں۔ تو انہیں معلوم ہو۔ کہ ان کا وجود ہمارے لئے ذرہ بھر روک نہیں۔ بلکہ

ترقی کا موجب

بنا ہوا ہے

پھر جو مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دعائے مباہلہ

پر بحث کرنے کے لئے

چیلنج

دیتا رہتا ہوں۔ لیکن مجھے مخاطب نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ بھی میں بتا دیتا ہوں۔ انہیں

مخاطب نہ کرنے کی وجہ

تو یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اعرض عن الجاھلین یعنے جاہلوں سے اعراض کرو۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار میں یہ اقرار کر چکے ہیں۔ کہ وہ جاہل ہیں۔ اس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب

مولوی ثناء اللہ کے متعلق دعاء مباہلہ

شائع کی۔ اور اس کے نیچے لکھا۔ کہ "میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں"۔ تو مولوی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا۔ کہ جاہل ہی اس دعا کو منظور کر سکتا۔ اور اسے

معیار صدق

قرار دے سکتا ہے۔ مگر اب جو وہ اس کے متعلق بحث کرتے۔ اور اسی دعا کو معیار صدق قرار دیتے ہیں۔ تو گویا اپنے فیصلہ کے ماتحت جاہل بنتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں آتا ہے۔ اعرض عن الجاھلین یعنے جاہلوں سے اعراض کرو۔ اس لئے ہم ان سے اعراض کرتے ہیں ہمارا انہیں

مخاطب نہ کرنے کا دوسرا سبب

یہ ہے۔ کہ وہ جتنی دیر زندہ ہیں۔ اپنے فیصلہ کے مطابق

مسیلمہ کذاب

بن رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ اس وقت ان کے اخبار میں یہ بھی شائع ہوا تھا۔ کہ "آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا" (مرقع قادیانی بابت اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹) اسی طرح لکھا تھا "خدا تعالےٰ جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ حاشیہ)

پس

مولوی صاحب کا طریق فیصلہ

یہ تھا۔ کہ سچا فوت ہو جائے۔ اور جو جھوٹا اور مسیلمہ کذاب کا بھائی ہو۔ وہ زندہ رہے۔ اس معیار کے ماتحت جب مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔ تو ہمیں ان سے اس بارے میں جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو جتنی دیر زندہ ہیں۔ اتنا ہی زیادہ اپنے آپ کو مسیلمہ کذاب ثابت کر رہے ہیں۔ پس ہمارے پاس ان کو اس معاملہ میں مخاطب نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ اول تو یہ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق فیصلہ کے متعلق لکھا تھا۔ کہ اسے کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اب اسے تسلیم شدہ قرار دے کر جاہل بن گئے ہیں۔ اور

جاہل سے بولنا

ہمیں منظور نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ انکی زندگی ان کے اخبار کے مسلمہ اصول کے مطابق مسیلمہ کذاب کی سی زندگی ہے اور جبکہ وہ اس زندگی میں سے گذر رہے ہیں۔ تو ہم یہ کیوں کہیں۔ کہ ان کی یہ زندگی چھوٹی ہو کر ان کے گناہوں کی لڑی چھوٹی ہو جائے۔ باقی ہمارے لئے

خدا تعالےٰ کا فیصلہ

کافی ہے۔ جو ہر روز ظاہر ہو رہا ہے اور جسے ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اللہ تعالےٰ سے دعا

کی تھی۔ کہ خدایا سچے اور جھوٹے میں فیصلہ کر۔ ہم دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہر روز ظاہر ہو رہا ہے۔ اور کوئی سورج ہم پر ایسا نہیں چڑھتا۔ جس میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہمیں

پہلے سے زیادہ ترقی

حاصل نہ ہوتی ہو۔ آج تک میں نے اپنی خلافت میں ایک دن بھی ایسا نہیں دیکھا۔ جس میں کسی نہ کسی نے بیعت نہ کی ہو۔ پس جبکہ ہر روز سلسلہ احمدیہ ترقی کر رہا ہے۔ ہر روز سلسلہ کی عظمت اور اس کی ہیبت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور جبکہ ہر روز

مولوی ثناء اللہ صاحب کی عزت میں کمی

آرہی ہے۔ اور انہیں اشتہار پر اشتہار دے کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ رکھنا پڑتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کا یہی فیصلہ لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کافی ہے۔ کہ صداقت کس طرف ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیشہ لافیں مارتے رہتے ہیں۔ کہ انہی کا وجود ہمارے سلسلہ کی ترقی میں روک بن رہا ہے۔ حالانکہ ان کی جو کچھ قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں ہے۔ وہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ان کے اپنے ساتھیوں نے ان پر

کفر کا فتوےٰ

لگا دیا۔ غیروں کا فتوےٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اپنوں نے مولوی ثناء اللہ صاحب پر کفر کا فتوےٰ لگایا۔ پھر انہیں مکہ والوں پر بڑا ناز تھا۔ وہاں سے بھی ان پر کفر کا فتوےٰ لگ کر آیا۔ پھر ایک زمانہ تھا۔ کہ وہی اکیلے اہلحدیثوں میں کرتا دھرتا مانے جاتے تھے۔ مگر پھر وہ وقت بھی آگیا۔ کہ انہیں گرانے اور ذلیل کرنے کیلئے ایک ٹیار ڈپو والی یا اسی قسم کے عہدہ کے آدمی کو جن کو علم حدیث میں کوئی خاص ملکہ بھی حاصل نہ تھا۔

اہلحدیث کا امیر

بنا دیا گیا۔ یہ رسوائی ہے۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے حصہ میں آئی۔ اور آرہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو۔ جس زمانہ میں آپ فوت ہوئے۔ اس کا مقابلہ موجودہ زمانہ سے کرو۔ کتنا

عظیم الشان فرق

ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب جو جلسہ سالانہ ہوا۔ اس میں

سات سو

افراد شامل ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر اس قدر خوش ہوئے تھے۔ کہ آپ گھر میں آکر دیر تک اس کا ذکر کرتے رہے۔ اور فرمانے لگے۔ اب تو خدا تعالےٰ کی نصرت یدخلون فی دین اللہ افواجا کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ تو کجا یہ کہ جلسہ سالانہ پر سات سو احباب آئے۔ تو اسے بڑی کامیابی سمجھا گیا۔ اور کجا یہ کہ اب بیس ہزار کے قریب لوگ آتے ہیں۔ اور سات سو کے قریب نئے لوگ اس موقعہ پر بیعت کرتے ہیں۔ اور سال میں تو ۴-۵ ہزار یا زیادہ لوگ بیعت میں شامل ہوتے ہیں یہ ترقی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق دعا کی موجودگی میں بلکہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب کی موجودگی میں حاصل ہو رہی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ

اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہمارے حق میں

ہے۔ ہم ہر روز ترقی کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ ترقی اب اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے بھی اگر ذکر ہو۔ تو وہ یہی کہے گا۔ کہ ہم کمزور ہیں۔ لوگوں کی مخالفت سے ڈر آتا ہے ورنہ ہمیں احمدیت کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق تعلیم یافتہ طبقہ سے پوچھو۔ دلوں میں سب نفرت ہی کرتے ہوں گے۔ گو ظاہراً کچھ عزت بھی کریں پس جب اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہے۔ تو ہمیں کیا

ضرورت پڑی ہے۔ کہ ہم انہیں چھیڑیں۔ ہاں جب وہ خود چھیڑتے ہیں۔ تو ہم جواب بھی دے دیتے ہیں۔ مجھے پہلے کبھی ان کا اشتہار نہیں ملا۔ اس دفعہ ملا تھا۔ سو میں نے جواب دے دیا۔ لیکن اگر وہ اپنی باتوں پر مصر ہیں۔ تو اب بھی ان کے لئے موقعہ ہے۔ اور اگر ایک ذرہ بھی ان میں

تخم دیانت

کا باقی ہے۔ تو میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔ کہ میں مرزا صاحب کو مفتری کذاب اور دجال خیال کرتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے مرزا صاحب کا شائع کیا ہوا طریق مقابلہ تسلیم کر لیا تھا۔ اور اس کو صداقت کے پرکھنے کا معیار اس وقت بھی سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب میرے مقابلہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اے خدا اگر میں اس دعوے میں جھوٹا اور کاذب ہوں۔ تو مجھے اپنے عذاب سے ہلاک کر دے۔ اس دعا کے شائع کرنے کے بعد اگر قریب ترین عرصہ میں وہ

اللہ تعالےٰ کی لعنت میں گرفتار

نہ ہو جائیں۔ اور خدا تعالےٰ کی

قہری تجلیات

کا نشانہ نہ بن جائیں۔ تو وہ بے شک اپنے آپ کو سچا سمجھیں۔ لیکن یہ دعا شائع کرنے کی آج بھی ان میں جرأت نہیں ہوگی۔ وہ بہانے بنائیں گے بچنے کے لئے کئی طریق سوچیں گے۔ لیکن اس صاف اور سیدھے راستہ کی طرف نہیں آئینگے۔ کیونکہ باوجود اس کے کہ وہ اس طریق فیصلہ کو رد کر چکے تھے۔ اور اسے سچائی کے پرکھنے کا ذریعہ تسلیم کرنے کے بعد میں زندہ رہنے والے کو مسیلمہ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ وہ اب اس فیصلہ کو اپنی سچائی کی علامت قرار دیکر مسیلمہ ہونیکا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔ بہر حال ان کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ وہ اب اعلان کر دیں۔ کہ ان کے عقیدہ میں اس وقت بھی یہ معیار درست تھا۔ اور اب بھی درست ہے۔ اور یہ کہ اسی دعا کی وجہ سے مرزا صاحب فوت ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ مولوی صاحب کے عقیدہ کی رو سے مفتری اور کذاب تھے اور اگر میں اس دعا میں جھوٹا ہوں۔ تو مجھ پر خدا تعالیٰ کی لعنت کی مار پڑے۔ پھر اگر ایسی دعا کے شائع ہونیکے بعد اللہ تعالیٰ کی گرفت سے وہ بچے رہیں۔ اور ان کی ذلت و رسوائی کے زیادہ سے زیادہ سامان نہ ہو جائیں۔ تو وہ جتنا چاہیں خوش ہوں لیکن اگر خدا کا نشان ظاہر ہو جائے۔ تو عقلمندوں پر واضح ہو جائیگا۔ کہ کون ہے۔ جو خدا کے نزدیک راہ راست پر ہے دورخی سے کام نہیں چلتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ کہ "فرشتوں کی کھچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔" یہی تلوار ہے۔ جو ہر میدان میں آپ کی جماعت کو کامیاب کر رہی ہے۔ یہ

دو دو صفحوں کے اشتہار

کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں تو ایک بچہ بھی اپنی انگلی سے پھاڑ سکتا ہے۔

پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب چاہتے ہیں۔ کہ انہیں ان کی

کھوئی ہوئی عزت

پھر واپس ملے۔ اور مسیلمہ کذاب کا نام ان سے دور ہو جائے۔ تو اس کی ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اپنے اخبار میں اس قسم کا اعلان کر دیں۔ مگر وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کی یہ

دیرینہ عادت

ہے۔ کہ وہ کبھی صحیح طریق فیصلہ کو اختیار نہیں کیا کرتے۔ اور ہمارے مقابلہ سے ہمیشہ کنی کتراتے ہیں ؛

اس کے بعد میں

دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ جاتے وقت سفر میں دعائیں کریں۔ خواہ دوست آج جانے والے ہوں۔ یا کل یا اس کے بعد جانے والے ہوں۔ بہر حال وہ دعائیں کریں۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ کہ جو نور وہ یہاں سے لے جا رہے ہیں۔ اور جو پیالہ اس جگہ سے پی رہے ہیں۔ اس نور سے وہ دوسروں کو بھی مستفیض کریں۔ اور وہ پیالہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی پلائیں۔ پھر اپنے لئے اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں کے لئے دعائیں کریں۔ ان

مبلغین کے لئے دعائیں

کریں۔ جو سلسلہ کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ان لوگوں کے لئے دعائیں کریں۔ جو ہمارے سلسلہ کی طرف متوجہ ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے بھی جنہیں ابھی تک توجہ نہیں۔ تا اللہ تعالےٰ کی مدد اور اس کی نصرت نازل ہو۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کے

فضلوں کے کرشمے

اور اس کی رحمتوں کے نظارے دیکھ لیں ؛

کلکتہ کے جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انگریزی و بنگالی اخبارات میں ذکر

کلکتہ میں سیرت النبیؐ کا جو عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس کا ذکر کرتا ہوا۔ وہاں کا انگریزی روزنامہ "مسلمان" یکم دسمبر لکھتا ہے۔ اسلام بنی نوع انسان کے متعلق عالمگیر اخوت اتحاد اور صلح و آشتی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ضمیر کی آزادی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ موجودہ فرقہ وار جھگڑوں کی بنیاد غلط فہمی پر ہے۔ اور ایک سچے مسلمان کے دل میں فرقہ پرستی کے جذبات پیدا ہو نہیں سکتے اتوار کی شب کو البرٹ ہال کلکتہ میں جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام جو عظیم الشان جلسہ ہوا۔ اس میں کئی ایک مشہور لیکچراروں نے مذکورہ بالا جذبات کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر پی۔ این بنرجی صدر تھے۔ انگریزی بنگالی اور اردو میں تقریریں کی گئیں۔ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی

ڈاکٹر بنرجی نے اپنی تقریر میں کہا۔ مجھے اس جلسہ کی صدارت کا پیش کیا جانا اور ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ یہاں آکر بیٹھنا آئندہ کے متعلق نیک فال ہے۔ ہر ایک دیانتدار اور صاحب عقل و دانش انسان کا فرض ہے۔ کہ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام کرے اور بانیان مذاہب کی عزت و تکریم کا خیال رکھے۔ دراصل تمام مذاہب ایک ہی ہیں۔ صرف مذہبی اشکال ہر زمانہ کے مطابق بدلتی چلی آئی ہیں ؛

محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) جو مذہب دنیا میں لائے اس میں بہت سی صداقتیں ہیں۔ اسلام نے دیانتداری۔ رحم اور اتحاد کی تعلیم دی ہے۔ اسلام کے بنیادی اصول میں سے ایک عالمگیر اخوت ہے۔ اور اگر لفظاً اور معناً اسلام کی تعلیم پر عمل کیا جائے۔ تو ہندوستان میں موجودہ فرقہ وارانہ فسادات کے بجائے امن و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے

ڈاکٹر کالی داس ناگ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پر زور عقیدت کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اسلام سب مشکلات پر غالب آگیا۔ کیونکہ صداقت کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ یہی اخبار بمبئی کے جلسہ کے متعلق لکھتا ہے۔ بمبئی کے جلسہ کی صدارت مسٹر جسٹس مرزا اکبر نے کی۔ مسز نیڈو نے تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ پیغمبر اسلام کے ارشاد کے مطابق علم حاصل کریں۔ ڈاکٹر ٹیگور کا ایک پیغام پڑھا گیا۔ جسکا مفاد یہ تھا۔ کہ اسلام دنیا کے چند بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ اور مسلمانوں پر بہت بڑی ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ ان کا فرض ہے۔ کہ اپنی زندگیوں سے اپنے مذہب کی عظمت کا ثبوت دنیا کو دیں۔ اس بدنصیب ملک میں بسنے والوں کے درمیان اتحاد "

" محض قومیت کے فوائد کے احساس پر ہی مبنی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے مذاہب کے بانیان کا احترام اور ان کی صداقتوں کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

امرت بازار پتر کا ۲۸ر نومبر میں کلکتہ کے جلسہ کی روئداد مندرجہ بالا الفاظ میں ہی شائع ہوئی۔ نیز اس نے جلسہ کے قبل یعنے ۲۱ نومبر اور پھر ۲۶ر نومبر کی اشاعتوں میں اس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس کی غرض و غایت بیان کر کے نیز گذشتہ سالوں کے جلسوں کی بے نظیر کامیابیوں کا پر زور الفاظ میں ذکر کر کے لوگوں کو شمولیت کی تحریک کی ؛

سٹار آف انڈیا ۲۷ر نومبر نے بھی عمدہ الفاظ میں انعقاد جلسہ کا ذکر کیا۔ ۲۱ اور ۲۵ نومبر کی اشاعتوں میں لوگوں کو جلسہ میں شمولیت کے لئے پر زور تحریک کی۔ ان انگریزی اخبارات کے علاوہ بنگالی اخبار ڈینک باسومتی نے ۲۲ر نومبر کو جلسہ کا اعلان اور ۲۰ کو اسکی روئداد شائع کی۔ امرت بازار پتر کا کے ۲۰ر نومبر کے بنگالی ایڈیشن میں بھی روئداد شائع ہوئی۔

تہذیب

معاملات لین دین میں اسلامی اور مغربی تمدن کا مقابلہ

یہ وہ تقریر ہے۔ جو جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ۲۶ر دسمبر ۳۳ء جلسہ سالانہ پر کی (ایڈیٹر)

سال گذشتہ کے لیکچر کی ایک شاخ

گذشتہ سالانہ جلسہ میں میری تقریر تہذیب و تمدن پر ہوئی تھی۔ اس تقریر میں اس مضمون پر کسی قدر روشنی ڈالی گئی تھی۔ کہ افراد کی آزادی کو کن اصول پر محدود کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ اس دفعہ مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ اسی مضمون کی ایک شاخ پر وضاحت کے ساتھ اس جلسہ میں بیان کروں۔ اور وہ شاخ یہ ہے۔ کہ معاملات لین دین میں یورپ کے تمدن نے بعض ایسے امور میں عام آزادی دی ہے۔ جن میں شریعت اسلام نے کچھ پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ اب اس امر پر غور کرنا ضروری ہے۔ اور مقابلہ کر کے دیکھنا چاہیئے کہ تہذیب کے اعلیٰ مقاصد کو کیا چیز پورا کرتی ہے۔ آیا یورپ کی آزادی یا تمدن اسلامی کی پابندی۔ سو یہ لیکچر دراصل سال گذشتہ کے میرے لیکچر کے اس حصہ کی تشریح ہے۔ کہ افراد کی آزادی کو کس طرح سے محدود کیا جائے۔

ضرورت مذہب

معاملات لین دین کی اصل بحث شروع کرنے سے پہلے میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا۔ اور وہ یہ کہ فی زمانہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ معاملات تجارت میں مذہب کا کیا دخل ہے۔ مذہب تو صرف انسان کے اخلاق کی درستی اور روحانیات میں ترقی حاصل کرنے کے واسطے ہے۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ دراصل انسان اس زندگی کے تمام شعبوں میں مذہب کی راہنمائی کا محتاج ہے۔ خواہ وہ راہنمائی صرف اصولاً ہو خواہ تفصیلاً۔ کیونکہ انسان کی اصلاح اور درستی کے واسطے اور صحیح راستہ پر اس کی استقامت کے واسطے جو قوت اور توفیق مذہب عطا کرتا ہے۔ وہ کسی دوسرے ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ قانون کی حکومت صرف ظاہر پر ہے۔ مگر مذہب کے اثرات دلوں پر قابو پاتے ہیں۔ اور یہی دراصل مذہب کی ضرورت ہے میں اس امر کو ایک مثال کے ساتھ واضح کرتا ہوں۔

امریکہ کا قانون ممانعت شراب کیوں فیل ہوا

جب میں امریکہ میں داخل ہوا۔ تو انہی ایام میں امریکہ میں قانون ممانعت شراب پاس ہوا تھا۔ جسے Law of Prohibition (لا آف پراہبشن) کہتے ہیں۔ اس کے مطابق شراب کا بیچنا اور خریدنا قانوناً جرم قرار دیا گیا تھا اور تمام شراب خانے حکماً بند کئے گئے۔ لیکن ایکدفعہ میں شکاگو میں ایک مکان میں بطور بورڈر کے چند روز کے واسطے مقیم ہوا۔ اس مکان کی بوڑھیا میرا صبح کا ناشتہ طیار کیا کرتی تھی ایک صبح جب میں ناشتہ کے واسطے باورچی خانہ میں گیا۔ تو اسے بہت پریشان اور بڑبڑاتا ہوا پایا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ اس کا بوڑھا خاوند جو وہیں بیٹھا تھا۔ گذشتہ رات شراب پی کر بدمستی کی حالت میں گھر پہنچا تھا۔ اس کی بابت وہ اپنے خاوند سے اظہار ناراضگی کر رہی تھی۔ میں نے تعجب سے اسے کہا۔ کہ میڈم شراب بیچنا تو قانوناً بند ہو چکا ہے۔ اب تمہارے خاوند کو یہ کہاں سے مل گئی۔ وہ ہنسی اور کہنے لگی صاحب آپ اجنبی ہیں۔ آپ کیا جانیں۔ قانون تو بن گیا اور شراب خانے بھی بند ہو گئے۔ مگر آج اس ملک میں پہلے سے زیادہ شراب بنتی اور بکتی ہے۔ آپ کی جیب میں روپیہ ہونا چاہیئے۔ خفیہ دوکانیں بکثرت موجود ہیں۔ اور پینے والے اب بھی برابر پی رہے ہیں اس خرابی کی وجہ یہی تھی۔ کہ قانون کی حکومت صرف ظاہر پر ہے۔ اگر عیسائیت میں مذہباً شراب حرام ہوتی۔ تو یہ حالت نہ ہوتی۔ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کو حرام کیا۔ تو مکہ کی گلیوں میں گرائے ہوئے مشکوں کی شراب بہ رہی تھی۔ اور وہ عرب جو پانچ دفعہ دن میں شراب پینے کے عادی تھے۔ ایک ہی دن میں شراب کے تارک ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی ایسی تاثیر تھی۔ کہ ملک عرب سے شراب کی جڑ اکھڑ گئی۔ پس مذہب میں وہ طاقت ہے۔ جو کسی ظاہری قانون اور شاہی فرمان میں نہیں ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس واسطے انسانی زندگی کے تمام امور میں مذہب کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ پھر مذہب بھی وہ جو انسان کا تعلق خدا سے پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے دل میں غائب خدا کی خشیت پیدا کرتا ہے۔

اسلامی اصول میں نجات

قوموں کا جینا اور مرنا سوسائٹی کی زندگی اور بربادی پر منحصر ہے۔ اور سوسائٹی کی زندگی اور بربادی افراد کے اصلاح و فساد اور معاشرت و اخلاق پر مبنی ہے۔ اخلاق و آداب و معاشرت کی نگران اور محافظ دو ہی چیزیں ہیں خشیت الٰہی اور خوف انسانی۔ اسلام نے خوف انسانی کو دلوں سے نکالا اور خشیت الٰہی کو پیدا کیا اور اس طرح انسان کو ایک سچی حریت عطا کی۔ مبارک ہیں وہ جن کے دلوں میں خشیت الٰہی نے اپنا گھر بنایا۔ اور وہ ہر حال میں ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جو تاریکی اور روشنی دونوں حالتوں میں یکساں دیکھنے والی ہیں۔ اور خلوت و جلوت ہر دو میں یکساں نظر رکھتی ہیں۔

حرام کی کمائی سے اجتناب کا حکم

معاملات لین دین میں اسلام نے چند اصول بنائے ہیں۔ جو انسان کے دل پر قابو پا کر اس کے تمام معاملات کو درست کر دیتے ہیں۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ کہ انسان کی کمائی حلال کی ہو۔ وہ کسی کو دھوکہ دے کر یا ناجائز طور پر روپیہ نہ کمائے۔ ورنہ اس کی دعا قبول نہ ہو گی۔ اور حرام کی کمائی اُسے دوزخ میں لے جائے گی۔ حدیث میں آتا ہے۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیه الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمه الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب۔ متفق علیه۔

نعمان ابن بشیرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے۔ اور حلال اور حرام کے درمیان شتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص کہ شبہات سے بچا۔ اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا۔ اور جو شخص شبہات میں پڑا وہ حرام میں گرا۔ اس چرواہے کی مانند جو اپنے جانوروں کو کسی رکھ کے پاس چراتا ہے اور ہر وقت یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کہ حد پر ہونے کے سبب جانور اپنی حد سے باہر بھی مونہہ ماریں۔ خبردار۔ ہر بادشاہ کے واسطے ایک رکھ ہے۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی رکھ وہ اشیاء ہیں جو حرام کی گئیں۔ اور خبردار انسانی بدن میں ایک گوشت کا ایک ٹکڑہ ہے کہ وہ ٹکڑہ درست ہو تو سارا انسان درستی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور وہ خراب ہو۔ تو تمام انسان خرابی کی حالت میں ہوتا ہے۔ خبردار وہ ٹکڑہ دل ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

پس جب کہ اللہ اور اس کے رسول نے ایسی سخت تاکیدیں کی ہیں۔ کہ لین دین کے معاملات میں مومن حلال و حرام کا خیال رکھیں۔ کسی کا حق نہ ماریں۔ کم نہ تولیں خرید و فروخت میں نرمی اور وسعت حوصلہ سے کام لیں۔ مقروض کو سہولت دیں۔ خراب شئے نہ بیچیں۔ دھوکہ نہ دیں۔ جھوٹی بولی قیمت کی نہ دیں۔

قسمیں نہ کھائیں۔ اور سچ بولیں۔ مہنگا ہونے کے انتظار میں مال کو بند نہ کر رکھیں۔ تنگ دست کو قرض معاف کر دیں۔ جب کسی سے قرض لیں واپسی کے وقت کچھ زیادہ دیں۔ ہر حال میں ایفائے وعدہ کریں۔ سچی گواہی دیں۔ خواہ اپنوں کے خلاف پڑے۔ لوگوں کی ملامت سے نہ ڈریں۔ خدا تعالےٰ کی ناراضگی سے ڈرتے رہیں۔ لوگوں کو بھلائی سکھائیں برائی سے منع کرتے رہیں۔ اپنے قول کے پکے بنیں۔ اور ان تمام احکام کو مذہب میں داخل کیا۔ اور انسان کی اس دنیا اور آخرت میں آرام و راحت کا انحصار ان احکام کی تابعداری پر رکھا ہے۔ تو پھر اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ باہمی معاملات میں مصالحت۔ اور بہتری کا نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ الہام و وحی کی راہ نمائی دنیا میں اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان قدیم ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ حالاتِ زمانہ کے مطابق اس راہ نمائی کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ ہاں اصولی صداقتیں ہمیشہ ایک ہی بنیاد پر قائم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ جرمن کے مشہور فلاسفر سپنگلر نے اپنی کتاب زوال مغرب میں لکھا ہے کہ اقوام میں تغیر آتا ہے۔ مگر خیالات وہی قائم رہتے ہیں۔ (Peoples Change, but Ideas stay.)

قرض کی ضرورت اور ربا

اب میں اپنے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ افراد کے باہمی اجتماع کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ کہ وہ اپنی حاجات کو ایک دوسرے سے قرض لے کر پورا کریں۔ کاشتکار فصل کے پکنے پر فصل کے کاٹنے میں ایک دوسرے سے امداد لیتے ہیں۔ تمام لوگ ایک دن لگا کر ایک کاشتکار کا سارا فصل کاٹ دیتے ہیں۔ گویا وہ ان کی اجرت کو قرض لیتا ہے۔ یہ ایک تعاونی قرض ہے۔ ایسا ہی بیاہ شادی کے موقعہ پر تنبول کی رسم ہے۔ کہ تمام دوست آشنا شادی کرنے والے کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم دیتے ہیں۔ جو بطور قرض حسنہ کے محسوب ہوتی ہے۔ مگر اس کی ادائیگی تب واجب قرار دی جاتی ہے جبکہ تنبول دینے والے کے ہاں کوئی تقریب شادی کی ہو۔ یہ بھی ایک قرض کی قسم ہے۔ اس کے آگے بڑھ کر اجناس یا اشیاء کا قرضہ ہے۔ جو ضرورۃً آدمی ایک دوسرے سے مانگ کر لیتا ہے۔ اور پھر واپس دے دیتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر نقدی کا قرضہ ہے۔ جو حسب ضرورت انسان دوسرے سے لیتا ہے۔ اور پھر واپس کر دیتا ہے۔

سود

قرضوں پر روپیہ دینے والے عموماً مقروض سے کچھ رقم بطور کرایہ کے وصول کرتے ہیں۔ جس کو عرف عام میں بیاج یا سود کہتے ہیں۔ تمدن مغرب نے کیا۔ بلکہ تمام غیر اسلامی تمدنوں نے سرمایہ داروں کو آزادی دی ہے۔ کہ جس قدر زائد رقم چاہیں۔ سود کے نام پر لے لیں اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں۔ کوئی ایک روپیہ فی صدی سود لیتا ہے۔ اور کوئی سو فی صدی سود لیتا ہے۔ کوئی اپنی قوم سے کم اور دوسری قوموں سے زیادہ سود لیتا ہے۔ یہود کے یہاں اپنی قوم سے سود لینا حرام ہے۔ مگر غیر یہود سے سود لینا جائز ہے۔

یہودیوں میں سود

کتاب استثنا باب ۲۳ آیت ۲۰ میں لکھا ہے لَنوکیری تَشِّیخ وَلِاَحِیکَ لوتَشِّیخ تو اجنبی (یعنی غیر یہود) سے قرض پر سود لے گا۔ لیکن اپنے بھائی سے سود نہ لے گا۔ یہ حد بندی خود اس امر کی دلیل ہے۔ کہ سود لینا برا ہے۔ اسلام نے اپنوں اور بیگانوں سب سے سود لینا حرام کر دیا ہے۔ یہودیت کا تمدن ایک قومی تمدن تھا۔ جیسا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کا ہے۔ مگر اسلام نے ایک عالمگیر تمدن قائم کیا ہے۔ اس میں سود لینا نہ صرف مسلمان سے منع ہے بلکہ غیر مسلموں سے بھی سود لینے کی ممانعت ہے۔

شریعت اسلام میں سود کی ممانعت

شریعت اسلام نے سرمایہ داروں کی اس آزادی کو روک دیا ہے۔ اور سود کو قطعاً حرام کر دیا ہے۔ شریعت اسلام کسی شخص کو اس امر سے نہیں روکتی۔ کہ وہ اپنی محنت مشقت سے روپیہ کمائے۔ اور جمع کرے۔ اور امیر بن جائے۔ لیکن شریعت اسلام اس امر سے روکتی ہے۔ کہ کوئی شخص بغیر کسی کام کاج کرنے کے صرف اپنا روپیہ قرض دے کر اور واپسی میں دی ہوئی رقم سے زیادہ وصول کر کے گھر میں بیٹھا ہوا اپنا روپیہ بڑھاتا رہے۔

بیاج کی دو قسمیں

یورپ کے لوگوں نے بیاج کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔ ایک کا نام وہ usury یوژری رکھتے ہیں۔ جو اس سود کا نام ہے۔ جو سرمایہ دار ان لوگوں سے لیتے ہیں۔ جنہیں اپنی خانگی ضروریات کے واسطے روپیہ قرض لینا پڑتا ہے۔ دوسرے کا نام interest انٹریسٹ ہے۔ جو اس روپیہ پر لیا جاتا ہے۔ جو کسی شخص کو اپنی تجارت یا دیگر کاروبار چلانے کے واسطے بطور سرمایہ کے دیا جاتا ہے۔ یوژری کی مذمت کی جاتی ہے مگر قانوناً اور رواجاً اسے بھی جائز قرار دیا جاتا ہے۔ اور انٹریسٹ کو تو ہر حال میں جائز اور مفید اور ضروری تبلایا جاتا ہے۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ بغیر اس کے گذارہ ہی نہیں۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے خود یورپ میں ایسی جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ جو سود کے لینے دینے کو تمدن انسانی کے واسطے سخت ضرر رساں قرار دیتی ہیں۔ اور گذشتہ صدہا سال کے تجربہ سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ سود کا لینا دینا مخلوق کے واسطے سخت ظلم اور تباہ کن امر ہے۔ اس کے ذریعہ نہ صرف صدہا خاندان تباہ ہوئے۔ بلکہ کئی سلطنتیں اور ریاستیں خاک میں مل گئیں۔ چنانچہ یورپ کی سب سے بڑی سلطنت زار روس کی انہیں سوشلسٹ لوگوں کی مخالفت اور ہنگامے نے تباہ کر دیا اور اب وہاں جو حکومت قائم ہے۔ اس نے سود کا لینا دینا قطعاً روک دیا ہے۔

گذشتہ پندرہ سال سے وہ حکومت برسر کار اور کامیابی کے ساتھ ملک کی سیاست کو چلا رہی ہے۔ یہاں تک کہ دوسری حکومتیں برطانیہ اور امریکہ بھی اب ان کے ساتھ مصالحت کرنے اور تجارتی تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہو رہی ہیں۔ اس سے عملی طور پر یہ ثابت ہو گیا۔ کہ سود کا لین دین کسی حکومت یا تجارت کے واسطے ضروری نہیں۔ کہ بغیر اس کے حکومت نہ چل سکتی ہو۔ یا تجارت قائم نہ رہ سکتی ہو۔ صدہا سال تک مسلم تجار مشرقی اور مغربی ممالک میں نہایت کامیابی کے ساتھ تجارت کرتے رہے۔ وہ نہ کبھی سود لیتے اور نہ سٹہ بازی کی بدیوں میں مستغرق تھے۔ مگر ان کی تجارتیں تمام دنیا پر پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ خود بھی خوشحال تھے۔ اور دوسروں کو بھی خوشحال کرتے تھے۔

سود کے نقصانات

سود دراصل قوموں کے درمیان بہت سے نقائص اور تباہیاں پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ اگر یورپ میں سود کا رواج نہ ہوتا۔ تو گذشتہ جنگ عظیم کبھی نہ ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی تو چند ماہ میں اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ کیونکہ ہر قوم اپنی ملکی موجودہ مالی طاقت کے مطابق جنگ کو جاری رکھ سکتی۔ اور اس سے آگے نہ بڑھ سکتی۔ اور مصالحت کی صورتیں جلد پیدا ہو جاتیں۔ لیکن سود کے رواج نے ہر ایک حکومت کو اس طرف مائل کیا۔ کہ وہ دوسری حکومتوں سے کروڑوں نہیں۔ بلکہ اربوں روپے قرض لے کر جنگی اخراجات کو چلاتا رہے۔ اور چونکہ اس وقت قوم کو اس کا بوجھ محسوس نہ ہوا۔ اس واسطے کسی نے اس پر احتجاج نہ کیا۔ اور سودی روپیہ مل جانے کے سبب جنگ اتنے لمبے عرصہ تک جاری رہا۔ اور کروڑوں آدمی ہر ملک کے ناحق قتل ہوئے۔ اور ساری سلطنتیں قرضوں کے عظیم بوجھ میں ایسی دب گئیں۔ کہ اصل تو کیا آج صرف سود کی سالانہ رقوم ادا نہیں ہوسکتیں۔ اور بعض سلطنتیں بالکل ہلاک اور تباہ ہو گئیں۔ اور انقلاب پر انقلاب پیدا ہو کر ملک بھاری گردشوں میں پسے جا رہے ہیں۔ اور تمام دنیا پر ایک ایسی جنرل ڈی پریشن Depression کی وبا پھیلی ہے۔ جس نے حکومت اور رعایا۔ امیر اور غریب۔ سرمایہ دار اور مزدور۔ کارخانہ دار اور کاریگر۔ معلم اور متعلم۔ تاجر اور خریدار۔ سب کو پریشان اور سرگردان کر رکھا ہے۔ یہ سب دراصل سود کے نتائج ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جس بنیاد پر اس زمانہ کی حکومتیں اور تجارتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس بنیاد کو بھی اکھیڑنا کوئی آسان امر نہیں۔ بلکہ ایک بڑی قوت اور بھاری انقلاب کے ساتھ یہ بدی کی جڑھ اکھاڑی جاسکتی ہے لیکن ایک دفعہ اسے اکھاڑنے سے پھر دنیا میں پورا امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

ماہرین علم الاجتماع وسیع مطالعہ فطرت انسانی اور تاریخ عالم کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ انسان کی تہذیب و تمدن کا بڑا دارومدار ان خارجی اور اندرونی مؤثرات کے عمل اور ردعمل پر ہوتا ہے۔ جو انسان کی ہیئت اجتماعی پر اپنا اثر کرتے ہیں اور یہ اثر ایسا پرزور ہوتا ہے۔ کہ بہت سے تنازعات بلکہ لڑائیوں اور جنگوں کا باعث بنتا ہے چنانچہ آخری یوروپین جنگ کے اسباب پر جن بہترین دماغوں نے بحث کی ہے۔ ان میں سے اکثر اصحاب نے اسے یوروپین یہودیوں کی سودخواری پر مبنی قرار دیا ہے۔ اور یہی امر فی زمانہ یہودیوں کے ملک جرمنی سے اخراج کا باعث بن رہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

اس موقعہ پر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ معاملات لین دین میں راستبازی۔ دیانت۔ اور امانت کی حقیقی مثال سب سے اول اور سب سے بڑھ کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں قائم ہوئی۔ دنیا و دین کے معاملہ میں آپ کا طریق عمل ایک اسوۂ حسنہ ہے اور اس طرح ساری دنیا آپ کی مرہون منت ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے قاسم رامپوری نے ؎

لولاک لما سے یہ صدا گونج رہی ہے۔
وہ کون ہے جس پہ نہیں احسان محمدؐ

ایک ہی لین دین کے معاملہ میں بھی آپ نے مخلوق کے واسطے ایک ایسی راہ پیدا کی۔ اور اپنے عمل سے دکھائی کہ چھوٹی ہی عمر میں آپ کا نام قوم کے درمیان امین پڑ گیا۔ اور یہی امانت کی شہرت آپ کے سب سے پہلے نکاح کا باعث ہوئی۔ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اکیس سال کی تھی۔ اس وقت مکہ میں ایک نیک مالدار خاتون رہتی تھیں۔ جن کی عمر چالیس سال کی تھی اور وہ بیوہ تھیں۔ دو دفعہ نکاح کر چکی تھیں۔ پہلے کا نام ابو ہالہ تھا۔ اور دوسرے کا نام عتیق تھا۔ ہر دو یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے اور وہ خاتون بیوہ ہو گئیں۔ خاندان کے لحاظ سے وہ معزز گھرانے سے تھیں۔ نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے ان کا نام طاہرہ مشہور تھا۔ اور مال کے لحاظ سے مکہ کے دولت مندوں میں شمار ہوتی تھیں۔ وہ اپنے سرمایہ پر اور تاجروں کو دوسرے ملک میں بھیجا کرتی تھیں۔ ان کا نام خدیجہ رضؓ تھا۔

حضرت خدیجہ کو اپنے تجارتی کاروبار کے لئے ہوشیار اور دیانتدار کام کرنے والوں کی ضرورت رہتی تھی۔ وہ بڑے بڑے واقف اور تجربہ کار روساء کے ذریعہ سے تجارت کا کاروبار کراتی تھیں۔ ایک دفعہ مکہ کا قافلہ تجارت کے واسطے ملک شام کو روانہ ہونے لگا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب نے آپ سے کہا کہ خدیجہ بہت سے لوگوں کو نفع کا حصہ مقرر کر کے تجارت کے لئے مال دیتی ہے۔ اگر آپ بھی اس کے پاس جائیں۔ تو شاید وہ کچھ مال تجارت کے واسطے آپ کے بھی سپرد کر دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سیر چشم انسان تھے۔ ان کو یہ پسند نہ تھا۔ کہ وہ خود جا کر سوال کریں۔ اس واسطے نہ گئے۔ لیکن اس گفتگو کا ذکر کسی نے حضرت خدیجہ کو پہنچایا۔ حضرت خدیجہ نے کہا مجھے خیال تھا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کام کو منظور نہ کریں گے اس واسطے میں نے انہیں پیغام نہ بھیجا۔ مجھے ان کی دیانت و امانت پر ایسا اعتماد ہے۔ کہ اگر وہ میرے سرمایہ سے تجارت کریں۔ تو اوروں کو جو حصہ نفع کا دیتی ہوں اس سے دگنا حصہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے واسطے مقرر کروں گی۔ چنانچہ حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا۔ اور مال دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔ اور اپنا ایک غلام میسرہ نام آپ کے ساتھ کیا۔ آپ کی عمر اس وقت صرف چوبیس سال کی تھی۔ اور حضرت خدیجہ کا آپ کو اس کام کے لئے چننا اور پرانے تجربہ کار تاجروں کی موجودگی میں چننا ثابت کرتا ہے۔ کہ اس عین جوانی کے عہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ لین دین ایسا پاکیزہ اور صاف تھا۔ کہ اس بارے میں آپ کی شہرت اپنے قبیلہ اور محلہ سے گذر کر تمام شہر میں پھیل چکی تھی۔ اور مرد تو مرد گوشہ نشین عورتیں بھی اس سے واقف ہو چکی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام کو ایسی عمدگی اور ہوشیاری سے سرانجام دیا۔ کہ جس قدر نفع پہلے آیا کرتا تھا۔ اس سے بھی بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ حضرت خدیجہ کے مال کی بھی حفاظت کی۔ اور ساتھ ہی ان لوگوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا۔ جو آپ سے لین دین کرتے تھے۔ اس بات کا میسرہ پر بہت اثر ہوا۔ اور میسرہ نے سب حال حضرت خدیجہ کو واپسی پر سنایا اور بیان کیا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دوسروں کے ساتھ معاملہ بے نظیر ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہی حالات کو دیکھ کر حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شادی کا پیغام بھیجا۔ اور آپ سے نکاح کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ رسالت پر سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔

انتہا پسندوں کی خرابیاں

لین دین کے معاملات میں اس وقت کی دنیا دو نہایتوں کی طرف جھک گئی ہے۔ ایک تو تحریک استعمار ہے۔ جس کے مطابق چند لوگ بے انتہاء روپیہ جمع کر کے بہت بڑے امیر بن جاتے ہیں اور اپنے روپیہ کے اقتدار سے وہ ساری دنیا کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اور ہر ممکن حیلہ سے اپنا تسلط اور جابرانہ قبضہ دوسروں پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور خدا کی آزاد مخلوق کو اقتصادی غلامی کے جوئے کے نیچے ہمیشہ کے واسطے دبائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اس تحریک کی خرابیوں اور مظالم سے تنگ ہو کر ایک دوسری تحریک شروع ہوئی۔ جس نے دوسری انتہا کو اختیار کیا۔ کہ کوئی شخص اپنے مال پر کوئی حق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ بالشویکی تحریک ہے بظاہر یہ تحریک عمال ہے۔ جو مزدوروں کی حق رسی کے واسطے بنائی گئی ہے۔ مگر اس کی خرابیاں بھی تحریک استعمار سے کم نہیں۔ اسلام ان دونوں کے درمیان ایک راہ سکھاتا ہے۔ جس سے مزدوروں پر ظلم نہ ہو۔ اور نہ وہ فقر و فاقہ سے مریں۔ اور سرمایہ داروں کو ان کی محنت اور ترقی کی راہ میں کوئی بے جا روک اور دقت نہ ہو۔ دراصل مغربی لوگ خواہ وہ سوشلسٹ ہوں یا کیپیٹلسٹ خود اپنی حالت پر غیر مطمئن ہو کر اسلامی تمدن کی طرف آ رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ قول پورا ہو رہا ہے کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

تجارت پر سود کا اثر

سود کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ سود کے ذریعہ سے غرباء اور میانہ طبقہ کے تجار کی ترقی کی راہ میں سود کے ذریعہ ایک بھاری روک پیدا کر دی جاتی ہے۔ وہ تاجر جو پہلے سے شہرت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ اور اپنی ساکھ ملک میں بٹھا چکے ہوتے ہیں۔ انہیں جس قدر روپے کی ضرورت ہو۔ باسانی بنکوں اور سرمایہ داروں سے لے سکتے ہیں اور وہ اس طرح بہت سا روپیہ جمع کر کے بڑے بڑے ٹرسٹ بنا کر بعض اشیاء کی تجارت پر اتفاقی قبضہ جما لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں فائدہ اٹھانے سے روک دیتے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں ایک شخص نے اپنے اعتبار پر بہت سا سودی روپیہ لے کر اور اپنی دولت سے فائدہ حاصل کر کے ملک بھر کے پٹرول کو خرید لیا جبکہ تمام کا تمام پٹرول اس کے قبضہ میں آ گیا۔ تو اس کا اختیار ہے۔ کہ جس قیمت سے چاہے فروخت کرے۔ کیونکہ اس کے سوائے اور کسی کے پاس پٹرول نہیں۔ پٹرول کا ہر ایک خریدار خواہ وہ تھوک فروش ہو۔ یا خوردہ فروش۔ اس ایک شخص کا محتاج ہے۔ اس طرح اس نے اس چیز کی خرید و فروخت کے معاملہ میں تمام دوسرے لوگوں کے واسطے ترقی کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ اور ایسی بندش عموماً ملک کی اخلاقی ترقی کے واسطے مہلک اور غرباء اور درمیانہ درجہ کے لوگوں کے لئے تباہی کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی طرح سود کے بہت سے نقائص ہیں۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ سود جنگ کے پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کا ثبوت اس زمانہ میں دیکھ لیا ہے۔

حکم تحریر

مغربی تمدن نے لین دین کے قواعد میں بعض ایسے امور کو بھی داخل کر لیا ہے۔ جو اسلامی شعار اور احکام کے مطابق۔ اور ضروری اور مفید ہیں۔ مثلاً خرید و فروخت کو تحریر میں لانا۔ اس پر بل بنانا۔ اور ہر خریدار کو تحریر دینا۔ یہ بات پہلے یورپ میں نہ تھی۔ مگر اب عین اسلامی احکام کے مطابق اس کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اس کا یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ بعض دفعہ جو مال چوری کا نکلتا ہے۔ اور خریدنے والے کو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ مال چوری کا تھا۔ وہ بیچنے والے کی تحریر پیش کر کے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ایسے احکام بنائے ہیں۔ جن سے بیچنے والے اور خریدنے والے

ہر دو کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

چونکہ تمدنی معاملات و تعلقات میں قرضہ کا لینا دینا ضروری ہے۔ اور ہر شخص کو کبھی نہ کبھی ایسی احتیاج پیش آتی ہے۔ کہ وہ اپنی وقتی ضرورت کو قرض لے کر پورا کرے۔ اس واسطے اسلام ایسے کامل مذہب نے اس کے متعلق مفید قواعد کے ساتھ انسان کی راہبری کی ہے۔ اور اس کے مضرات سے مخلوق الٰہی کو بچایا ہے۔ محتاج کو اس کی ضرورت کے وقت قرض بلا رہن دینا یا رہن کے ساتھ دینا ایک ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ اور مال دار لوگوں کو حکم دیا ہے۔ کہ محتاجوں کو ان کی واقعی ضرورت اور ان کی ادائیگی قابلیت کے مطابق اور اپنی حیثیت کے موافق قرض دیں۔ اور قرض کو اور اس کی میعاد کو تحریر میں لانا فرض قرار دیا۔ کیونکہ دنیا میں بہت سے جھگڑے ایسے معاملات کو تحریر میں نہ لانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں تساہل کرنا بعض دفعہ ایک نیک نیت اور متدین شخص کو بدنیتی کی ترغیب دلاتا ہے۔

اس بارے میں مجھے یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے قرض لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضہ بہت فیاض اور اپنے آشناؤں اور واقفوں پر بہت ہی حسن سلوک کرنے والے تھے انہوں نے اس قرض پر کوئی تحریر نہ لی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اس شخص سے مطالبہ کیا۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ چونکہ کوئی تحریری ثبوت نہ تھا۔ اس واسطے کوئی قانونی چارہ جوئی بھی ممکن نہ تھی کسی شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس امر کا ذکر کیا۔ کہ افسوس ہے۔ فلاں شخص نے حضرت مولوی صاحب کا روپیہ مار لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات سن کر فرمایا۔ کہ آپ کو تو مولوی صاحب کے روپیہ کا افسوس ہے۔ کہ نقصان ہوا۔ اور مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ کہ باوجود قرآن شریف کے صریح حکم کے انہوں نے تحریر کیوں نہ لی اس سے ظاہر ہے۔ کہ تحریر کا لینا اشد ضروری اور فرض ہے لیکن یہ ظاہر کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ جود و کرم میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور اگرچہ وہ اس کا اظہار نہ کرتے تھے۔ مگر ان کی نیت یہی ہوتی تھی۔ کہ قرضخواہ مصیبت زدہ آدمی ہوتا ہے۔ اگر ادا کر دیگا۔ تو اچھا۔ ورنہ ہم دل سے معاف کر دیں گے۔ اس واسطے وہ بعض حالات میں تحریر کا مطالبہ نہ کرتے تھے۔

تقرر میعاد

اسلام نے قرض کے لین دین کے واسطے جیسا تحریر کو ضروری قرار دیا ہے۔ ایسا ہی اس کے واسطے تقرر میعاد کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ میعاد کے تقرر کے بغیر قرض لینے والے کو خیال ہوتا ہے۔ کہ جب دستیاب ہوگا دے دیا جائے گا۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ اور قرض دینے والے کو خیال ہوتا ہے۔ کہ یہ بہت جلد ادا کر دے گا۔ اور اس طرح بسا اوقات بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور اختلافات اور تنازعات اور مقدمہ بازیوں تک نوبت پہنچتی ہے۔

قرض دار کو مہلت

اسلام نے اس امر کی بھی تاکید کی ہے۔ کہ قرضخواہ قرض دار کو مہلت دے۔ اور جب وہ ادا نہ کر سکتا ہو۔ تو اسے ڈھیل دے۔ اور اگر قرضخواہ کو ایسی ہی اشد ضرورت پیش ہو۔ اور قرضدار ادا نہ کر سکتا ہو۔ تو لوگ چندے کے ساتھ اس کی امداد کریں اور اگر قرض دار فوت ہو جائے۔ تو اس کی جائداد سے قرضہ ادا کیا جائے۔ یا اس کے وارث ادا کریں۔ اگر وہ بھی ادا نہ کر سکتے ہوں۔ تو حکومت اس کے قرضہ کو ادا کرے۔

مقروض کی ضمانت

اسی طرح حکومت کو خاص حالات میں قرضوں کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دے کر اسلام نے قرضہ دینے والے کے واسطے ایک گارنٹی اور ضمانت مقرر کر دی۔ جس سے اسے ایک غریب اور محتاج کی امداد میں کوئی تامل باقی نہیں رہ سکتا۔ رومن لا یا مغربی تمدن کے کسی قانون نے قرض دینے والے اصحاب کے حقوق کی حفاظت کے واسطے کوئی ایسا سامان نہیں کیا۔ جب حکومت ایک آخری ضامن ہر حال میں ہے۔ تو قرض دینے والے کو اس نیکی کے حاصل کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ اور نہ اس سے قرض دینے والے کوئی ناجائز فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ کیونکہ اول تو کوئی شخص پسند نہ کریگا کہ وہ اپنا روپیہ کسی کو اس خیال سے دیدے کہ اگر یہ بے جائداد کے مر گیا۔ تو مجھے روپیہ حکومت دیدے گی۔ دوسرے چونکہ حکومت پہلے پورے طور سے تحقیقات کرے گی۔ کہ قرض کا لینا قرض دار کے واسطے نہایت ضروری ہو گیا تھا۔ اور جائز صورت میں تھا۔ اور کہ متوفی سچی مجبوریوں کی وجہ سے اس کو ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے قرضہ دینے والا بھی بغیر حقیقی ضروریات کے قرض نہ دے گا۔

سٹہ بازی کی ممانعت

معاملات لین دین میں سود کی طرح ایک اور تباہ کن رسم سٹہ بازی کی ہے۔ جس کے مطابق ایک روپیہ والا آدمی بغیر کسی محنت اور بغیر کاروبار میں پڑنے کے اپنے گھر بیٹھا ہوا۔ ہزاروں لاکھوں من کی اشیاء فرضی طور پر خرید لیتا ہے۔ اور فرضی طور پر فروخت کر دیتا ہے۔ حالانکہ در اصل نہ وہ کچھ خریدتا ہے۔ اور نہ کچھ فروخت کرتا ہے۔ بلکہ اپنے سرمایہ کے زور سے اجناس اور دیگر اشیائے تجارتی کے نرخ کو ناحق اپنے ہاتھ میں کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اسلام نے اس بدی کی جڑھ اس قانون کے ساتھ اکھاڑ دی ہے۔ کہ کوئی معاملہ خرید و فروخت کا مکمل نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک کہ خریدنے والا۔ خرید شدہ شے کو اپنے قبضہ میں نہ کر لے۔ اس حکم سے اسلام نے وہ غیر طبعی طریق جو لاٹری کے نام سے موسوم ہے اس کو بالکل روک دیا ہے۔ کیونکہ یہ طریق واقعی فطرت صحیحہ کے منافی ہے۔ اور یقیناً ایک جوئے کی قسم ہے۔ اور ایسا ہی برا ہے جیسا کہ جوا بازی کی کوئی اور قسم۔

دو قیمتیں نہ رکھی جائیں

ایسا ہی اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے۔ کہ کوئی تاجر اپنے کسی مال پر دو قیمتیں نہ مقرر کرے۔ کہ جب کوئی ہوشیار واقف کار آ جائے۔ تو اس کے واسطے اور قیمت ہو۔ اور کوئی ناواقف یا بچہ آ جائے۔ تو اسی چیز کی اس سے اور قیمت طلب کی جائے۔ یہ ایک بے انصافی کی بات ہے۔ اور اکثر تاجر اپنی خود غرضی اور نفسانیت کے سبب ایسا کرتے ہیں۔ اور دوسرے کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مغربی تمدن نے اس خرابی کو روکنے کے واسطے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا۔ لیکن اسلام نے قواعد مقرر کر کے اس خرابی کو بند کر دیا ہے۔

ناقص مال

اسلام نے اس امر سے بھی منع فرمایا ہے۔ کہ کوئی تاجر ناقص مال کو فروخت کرے۔ گو بظاہر اس کی شکل اچھی ہو۔ مگر اس میں مصالحہ اچھا نہ لگا ہوا ہو۔ یا مثلاً گیلا غلہ ہو۔ اور اس کا گیلا حصہ نیچے چھپا کر اس کے اوپر اچھا غلہ ڈال دیا ہو۔ یا مثلاً کپڑے کا ایک تھان درمیان میں سے کہیں سے پھٹا ہوا ہو۔ اور خریدار کو اطلاع نہ کی جائے کہ اندر سے اس کی کیسی حالت ہے۔ اسلام کے مطابق اگر کوئی تاجر نقص کا اظہار کر دینے کے بغیر کسی چیز کو فروخت کر دے تو خریدار کا حق ہے۔ کہ اس چیز کو واپس کر دے اور اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لے۔ لیکن اگر مال میں کوئی نقص اور دھوکا نہ ہو۔ تو پھر گاہک کا یا بیچنے والے کا حق نہیں۔ کہ بیع فسخ کر دے۔

جھوٹے مقابلہ کی ممانعت

ایسا ہی اسلام نے اس امر سے بھی منع فرمایا ہے۔ کہ لین دین کے معاملہ میں جھوٹے مقابلہ کے ساتھ کسی چیز کی قیمت بڑھائی جائے۔ جیسا کہ آج کل نیلاموں میں اکثر ہوتا ہے کہ نیلام کرنے والے اپنی طرف سے اجرت دے کر چند جھوٹے خریدار کھڑے کر دیتے ہیں۔ جن کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ بولی دے کر قیمت بڑھاتے رہتے ہیں۔ اگر اس طرح بڑھی ہوئی قیمت پر کوئی بولی دینے والا پھنس گیا تو جھٹ نیلام اس کے نام پر ختم کر دیا جاتا ہے اور اگر جھوٹے خریدار کے نام پر بولی ختم ہوئی۔ تو دوسرے راستہ سے مال واپس دکان میں آ جاتا ہے۔ اس کے متعلق اسلامی قانون نے صفائی سے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے تاکہ کوئی تاجر ایسا نہ کرے۔ اور اگر اس اسلامی قانون پر عمل کیا جائے تو لوگ دھوکہ کھانے اور جھگڑوں میں پڑ جانے سے بچ جائیں۔

ممانعتِ ٹوٹیزم

ایسا ہی اسلام نے ٹوٹیزم (.Toutism) سے بھی منع کیا ہے۔ یعنی دلالوں کا شہر سے باہر جاکر خریداروں سے ملنا اور پیشتر اس کے کہ وہ نرخوں سے واقف ہوں اور اجناس کو ملاحظہ کریں۔ ان کی بے خبری سے ناجائز فائدہ اٹھاکر ان کے ساتھ نرخ مقرر کر لینا۔ اور پھر اس نرخ کا ان کو پابند کرنا۔ اس سے بھولے بھالے لوگ بہت نقصان اٹھاتے ہیں۔ شہر لاہور کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ کہ ایک شخص کسی گاؤں سے ریشم خریدنے کے واسطے شہر آیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ وہ شہر میں داخل ہونے سے قبل جامع مسجد میں چلا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد وعظ شروع ہؤا۔ عام طور پر حنفی مسلمانوں میں خطبہ تو ایسی طرح پڑھ دیا جاتا ہے جو کسی کو سمجھ نہیں آتا۔ صرف ایک رسم پوری کر دی جاتی ہے۔ اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے واسطے کہ لوگ کچھ سمجھ لیں نماز کے بعد وعظ کیا جاتا ہے۔ وہ شخص بھی وعظ سننے کے واسطے بیٹھ گیا۔ دوران وعظ میں اس نے ایک معتبر شکل شخص کو دیکھا۔ جو ممبر کے قریب بیٹھا ہؤا وعظ میں رو رہا تھا۔ اسے خیال ہؤا کہ یہ بہت ہی نیک شخص ہے۔ میں نے جو ریشم خرید کرنا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے خرید کروں۔ چنانچہ وعظ کے بعد وہ اسے ملا۔ رونے والے بزرگ نے اس کی اس خدمت کو ادا کرنا بڑی خوشی سے اپنے ذمہ لیا اور اسی وقت اس کے ساتھ جاکر اسے ریشم خرید کر دا دیا۔ جب وہ شخص ریشم لے کر اپنے گاؤں کو واپس گیا۔ تو اسے معلوم ہؤا۔ کہ جو بازاری نرخ تھا۔ اس سے نصف وزن ریشم کا اسے حاصل ہوا ہے باقی نصف وہ رونے والے صاحب لے گئے۔ جو دراصل دلال تھے۔ اس واسطے دوسرے جمعہ وہ ریشم واپس لے کر پھر شہر میں آیا۔ اور جب بعد نماز جمعہ وعظ کے وقت وہی دلال بزرگ واعظ کے قریب بیٹھے ہوئے بدستور رونے لگے۔ تو گاؤں والا ریشم لے کر آگے بڑھا اور ریشم ان کے آگے رکھ کر کہنے لگا۔ صاحب آپ روتے کیوں ہیں یہ بھی لے لیں۔

قانوناً احمدی مسلمان ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق معاملات لین دین میں دیگر مسائل کی طرح قرآن شریف اور حدیث کے بعد فقہ حنفیہ پر عملدرآمد ہمارے احباب کے واسطے راہنمائی کرتا ہے۔ لیکن وقتی ضروریات کے لحاظ سے جو ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں۔ یا نئی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ علمائے سلسلہ حقہ اپنی فراست اور فقاہت سے کام لیں اور مسائل کی تشریح اور تفہیم کرتے رہیں۔ گورنمنٹ ہند کے قانون سازوں نے بھی ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے فقہ حنفیہ کو سرکاری عدالتوں میں تسلیم کیا ہے۔ اس بناء پر کہ ہندوستان میں زیادہ تر حنفی مذہب کے مسلمان مقیم ہیں۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کے ہندوستان میں بہت سے فرقے ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایک دوسرے کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ اس واسطے گورنمنٹ نے نہایت دانائی سے قانونی اور سیاسی نقطہ نگاہ سے ان تمام فرقوں کو مسلمان قرار دیا ہے۔ جو مسلم ہونے کے مدعی ہیں۔ اس بارے میں فرقہ احمدیہ چونکہ ایک جدید فرقہ ہے۔ اس واسطے عدالت ہائے ہائی کورٹ کو باقاعدہ قانونی بحثوں کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے۔ کہ احمدی مسلمان ہیں۔ وہ مسلمانوں کی مساجد میں نماز پڑھنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور کسی مسلمان کے احمدی ہو جانے پر اس کی بیوی کو اس وجہ سے طلاق نہیں ہو جاتی کہ وہ احمدی ہو کر مرتد یا خارج از اسلام ہو گیا۔ ملاحظہ ہو۔ فیصلہا ئے ہائیکورٹ مدراس و ہائی کورٹ پٹنہ و مورشس (پٹنہ لاء جرنل صفحہ ۱۰۸ سنہ ۱۹۱۶ء و ۵۴۔ مدراس لا جرنل صفحہ ۹۸۶ اور ۱۷ انڈین کیسز صفحہ ۶۵)۔ اس بارے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عدالتہائے ہندوستان کے کسی جج کو یہ اختیار نہیں کہ کسی اسلامی کتاب کی اپنی تعبیر کے مطابق کسی مسئلہ قانون کا فیصلہ کرے۔ جبکہ پریوی کونسل کا ایک فیصلہ یا ہائی کورٹ کے کئی فیصلے اس کے برخلاف ہوں جس کا وہ قائم مقام ہے۔ یا جس کے وہ ماتحت ہے۔ الغرض تمام معاملات و مقاصد کی طرح معاملات لین دین میں بھی اسلامی طرز و طریق ہی تمام دیگر قوانین سے بہتر اور افضل ثابت ہؤا ہے۔ اور دنیا کے دانا لوگ اپنے تجارب و مشاہدات کے بعد بالآخر اسی راہ کی طرف آرہے ہیں۔ جو حضرت بانی اسلام نے سکھائی ہے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ و بارک وسلم)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

نئے سال کے خطابات کی فہرست ۳۱ دسمبر کو شائع ہو گئی۔ منجملہ دیگر معززین کے ہز ہائی نس سر آغا خاں اور سر تیج بہادر سپرو کو پریوی کونسلر۔ سید ممتاز علی صاحب لاہور کو شمس العلماء حکیم فقیر محمد صاحب چشتی نظامی لاہور کو شفاء الملک اور جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن رہتک کو "خان صاحب" کا خطاب دیا گیا۔

راجہ نریندر ناتھ صاحب ممبر پنجاب کونسل نے ۳۱ دسمبر کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ اگر پرانے خیالات کے ہندوؤں نے اچھوتوں کو برابر کے حقوق نہ دیئے۔ تو وہ ہندو دھرم سے علیحدہ ہو کر ہندو سوسائٹی کو بے حد کمزور کر دینگے۔

راجپوتانہ کی ریاست سروہی کے متعلق نئی دہلی سے ۳۱ دسمبر کی اطلاع کے مطابق تشویشناک اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض سنسنی خیز واقعات کی وجہ سے وہاں کی صورت حالات نازک ہے۔

مولانا شوکت علی نے ۲ دسمبر بمبئی میں ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار سے کہا۔ کہ وائٹ پیپر میں بہت سی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے بھی میرے خیال میں وہ موجودہ آئین سے بہتر ہے اور میں اسے ٹھکرا دینے کے حق میں نہیں ہوں۔

تجارتِ پارچہ کے متعلق ہندوستان اور جاپان کے درمیان معاہدہ کے سلسلہ میں نئی دہلی سے ۳۱ دسمبر کی اطلاع ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند نے جاپان کی یہ شرط منظور کر لی ہے کہ معاہدہ کے پہلے سال جاپان کو چار سو ملین گز کپڑا ہندوستان بھیجنے کی اجازت ہو گی۔ بشرطیکہ جاپان روئی کی پندرہ لاکھ گانٹھ خریدے۔

مسٹر روزویلٹ صدر امریکہ نے نیویارک میں ۲۹ دسمبر کو ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اگرچہ ہر اس کام میں جس سے عوام کا فائدہ ہو۔ لیگ آف نیشنز کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہے۔ مگر اس میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں۔

حکومت صوبجات متحدہ نے ایک اعلان کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ امدادی مدارس بلا امتیاز مذہب و ملت ہر طالبعلم کیلئے کھلے ہیں۔ اگر کسی سکول میں ادنیٰ اقوام کے طلباء کا داخلہ بند ہو۔ تو ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کو اس کی فوراً اطلاع دینی چاہیئے۔

جدّہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت حجاز نے امریکہ کی ایک کمپنی کو پٹرول نکالنے کا ٹھیکہ دیدیا ہے۔ اور کمپنی نے نہایت وسیع پیمانے پر کام بھی شروع کر دیا ہے۔ امریکن انجنیروں کا بیان ہے کہ حجاز میں موصل۔ عراق اور ایران سے بھی زیادہ تیل کے چشمے موجود ہیں۔ اگرچہ زیادہ گہرائی پر ہیں۔ حکومت حجاز نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ اگر تیل کے چشموں سے حکومت کو بیس لاکھ پونڈ سالانہ وصول ہوتے رہے تو مالی مشکلات سے آزادی کی وجہ سے حجاز کا نقشہ بدل جائے گا۔

انڈین جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کا اجلاس لنڈن سے یکم جنوری کی اطلاع کے مطابق۔ ۳ جنوری کو منعقد ہو گا۔ اور رپورٹ کو مرتب کرنا شروع کیا جائے گا۔

الہ آباد سے یکم جنوری کی اطلاع ہے کہ نئے سال کے آغاز سے کانگرس لیڈروں نے سول نافرمانی کو از سر نو شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ کانپور اور ناگپور میں جلوس نکالے گئے۔ اور چلتی گاڑی کو زنجیر کھینچ کر کھڑا کیا گیا۔ ہر جگہ پولیس نے حالات پر قابو پا لیا۔

سنڈے ایکسپریس لنڈن لکھتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی تجویز

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا یا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی